۴۔ بھارتی فنونِ لطیفہ کی تاریخ

۴.۱ فنونِ لطیفہ سے کیا مراد ہے؟
۴.۲ بھارت میں بصری فنون کی روایت
۴.۳ بھارت میں فنونِ لطیفہ کی روایت
۴.۴ فنونِ لطیفہ، اطلاقی فنون اور روزگار کے مواقع

۴.۱ فنونِ لطیفہ سے کیا مراد ہے؟

ہر شخص کی فطری خواہش ہوتی ہے کہ وہ اپنے تجربات اور ان سے حاصل شدہ علم نیز اپنے دلی جذبات سے دوسروں کو باخبر کرے۔ اس فطری جبلت کی تحریک سے جب کوئی حسین شے وجود میں لائی جاتی ہے تو اسے فن کہتے ہیں۔ فنی تخلیق کی بنیاد میں فنکار کا تخیل، احساسات، جذبات اور اس کی فنی مہارت کارفرما ہوتی ہے۔

بصری فنون اور فنونِ لطیفہ : فنون کی دو قسمیں قرار دی گئی ہیں۔ 'بصری فنون' اور 'فنونِ لطیفہ'۔ فنونِ لطیفہ کو حرکی فنون بھی کہتے ہیں۔ بصری فنون کا آغاز ماقبل تاریخ عہد ہی میں ہوگیا تھا۔ اس کا ثبوت وہ فنی نمونے ہیں جو دنیا بھر میں پتھر کے زمانے کے غاروں سے حاصل ہوئے ہیں۔

عوامی فن اور فنِ لطیف : فن کی دو روایتیں 'عوامی فن' اور 'فنِ لطیف' (کلاسیکی فن) تسلیم کی جاتی ہیں۔ عوامی فن کی روایت پتھر کے زمانے سے مسلسل جاری ہے۔ اس کی تخلیق لوگوں کی روزمرہ زندگی کا جز ہوتی ہے۔ اس وجہ سے اس روایت میں فنی اظہار میں بے ساختگی پائی جاتی ہے۔ عوامی فن سماج، گروہوں، افراد کی عملی شرکت سے تخلیق پاتا ہے۔ 'فنِ لطیف' کی تخلیق طے شدہ اُصولوں کے مطابق ہوتی ہے۔ اس لیے طویل عرصے تک تربیت حاصل کرنا ضروری ہے۔

طرزِ فن : ہر فنکار کا فن تخلیق کرنے کا اپنا طریقہ یعنی طرز ہوتا ہے۔ جب کوئی طریقہ روایت کی حیثیت اختیار کر جاتا ہے تو اسے مخصوص طرزِ فن کہا جانے لگتا ہے۔ ہر تہذیب میں مختلف ادوار اور علاقے کی خصوصیات کے لحاظ سے فن ترقی پاتا ہے۔ ان اسالیب کی مدد سے اس تہذیب کے فنون کی تاریخ کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔

۴.۲ بھارت میں بصری فنون کی روایت

بصری فنون میں مصوری اور سنگ تراشی کا شمار ہوتا ہے۔

مراٹھا طرزِ مصوری: طرزِ مصوری کی مثال کے طور پر مراٹھا طرزِ مصوری پر غور کیا جاسکتا ہے۔ سترھویں صدی عیسوی کے نصف آخر سے مراٹھا طرزِ مصوری کا آغاز ہوا۔ اس طرز کی تصویریں رنگین ہیں جو دیواری تصویر اور قلمی مسودوں میں مصغّر (چھوٹی) تصویر کی شکل میں پائی جاتی ہیں۔ وائی، مینولی، ستارا جیسے مقامات پر پرانے واڑوں (بڑی عمارتوں) میں مراٹھا طرزِ مصوری کی چند دیواری تصویریں دیکھنے کو ملتی ہیں۔ مراٹھا طرزِ مصوری پر راجپوت طرزِ مصوری کے اثرات دِکھائی دیتے ہیں۔

کسی مخصوص طرزِ مصوری کی ابتدا جس زمانے میں ہوئی ہے اس زمانے کے رہن سہن، پوشاک، رسم و رواج وغیرہ کا مطالعہ اس طرز کی تصویروں کی مدد سے کیا جاسکتا ہے۔

مصوری : مصوری دوابعادی ہوتی ہے مثلاً قدرتی مناظر، اشیا اور انسان کی تصویریں اور عمارتوں کے خاکے وغیرہ تصویریں بنائی جاتی ہیں۔اس کے لیے پتھر کی سلیں، دیواریں، کاغذ، سوتی یا ریشمی کپڑے کے ٹکڑے، مٹی کے برتن جیسے وسائل استعمال کیے جاتے ہیں مثلاً اجنتا کے غار میں بودھی ستّو پدم پانی کی دیواری تصویر۔

دیواری تصویر: بودھی ستّو پدم پانی

عوامی طرزِ مصوری : حجری عہد کے غاروں میں بنی ہوئی تصویریں کئی ملکوں میں پائی جاتی ہیں۔

بھارت میں مدھیہ پردیش، اُتر پردیش، بہار، اُتراکھنڈ، کرناٹک، آندھرا پردیش اور تلنگانہ ریاستوں میں ایسے مقامات ہیں جہاں غاروں میں بنی ہوئی تصویریں موجود ہیں۔ مدھیہ پردیش میں بھیم بیٹکا کے غاروں کی تصویریں مشہور ہیں۔بھیم بیٹکا کو عالمی تہذیبی ورثے میں شامل کیا گیا ہے۔

غار میں بنی ہوئی تصویروں میں انسانی شکل، جانور اور چند ہندسی شکلیں شامل ہیں۔ عہدِ قدیم سے زراعت شروع ہونے تک کے زمانے میں ان تصویروں کے طرز اوران کے موضوعات میں تبدیلیاں ہوتی گئی ہیں۔تصویروں میں نئے نئے جانوروں اور نباتات کو شامل کیا گیا ہے نیز انسانی شکلوں کے خاکے بنانے کے طریقے اور رنگوں کے استعمال میں بھی فرق ہوتا گیا ہے۔ان تصویروں میں قدرتی مادّوں سے تیار کیے گئے کالے، لال، سفید رنگ استعمال کیے گئے ہیں۔ان تصویروں کو دیکھ کر یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ مختلف زمانوں میں لوگوں نے اپنے اطراف کے علم اور قدرتی سرچشموں کو استعمال کرنے کی تکنیک کو کس طرح فروغ دیا ہوگا۔

عوامی فنِ مصوری کی روایت غاروں کی تصویروں کی روایت سے اپنے رشتے کو بیان کرتی ہے۔ گھروں میں شادی بیاہ اور تہواروں کے موقع پر دیواروں پر تصویریں بنانے، آنگن میں رنگولی تیار کرنے اور تصویروں کے ذریعے پرانی کہانیاں بیان کرنے کے ذریعے علاقائی عوامی فن کی روایتوں میں تصویر کشی کے مختلف طرز وجود میں آئے۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

مہاراشٹر میں وارلی تصویروں کی روایت اور پنگُل یا چتر کتھی کی روایت عوامی فنِ مصوری کی نادر مثالیں ہیں۔ ضلع تھانہ میں وارلی فنِ مصوری کو مقبول بنانے میں جِویا سومیا مشے کا بڑا ہاتھ ہے۔ انھیں ان کی وارلی تصویروں کے لیے ملکی اور عالمی سطح پر کئی انعامات حاصل ہوئے ہیں۔ ۲۰۱۱ء میں انھیں پدم شری خطاب سے نوازا گیا۔

ذرا یہ جان لیجیے۔

بارھویں صدی عیسوی میں چالوکیہ راجا سومیشور کی کتاب 'مانسولّاس' یا 'اُبھلشی تارتھ چنتامنی' میں چتر کتھی روایت کا

ذکر ملتا ہے۔ اس سے اس روایت کی قدامت کا اندازہ ہوتا ہے۔ کٹھ پتلیوں یا تصویروں کی مدد سے رامائن، مہابھارت کی کہانیاں بیان کرنے کی روایت سے مراد چتر کتھی (چتر کتھا) روایت ہے۔ اس روایت کی تصاویر کاغذ پر بنا کر ان میں قدرتی رنگ بھرے گئے ہیں۔ عموماً ایک کہانی کو بیان کرنے کے لیے ۳۰ سے ۵۰ تصاویر استعمال کی جاتی ہیں۔ مختلف کہانیاں بیان کرنے کے لیے اس طرح کی تصویریں نسل در نسل چلی آ رہی پوتھیوں کو چتر کتھی روایت میں سنبھال کر رکھا گیا ہے۔ اِس مٹتی ہوئی روایت کے احیا کے لیے حکومت اور فنکار کوشش کر رہے ہیں۔

لطیف فنِ مصوری : قدیم بھارتی ادب میں مختلف فنون کے بارے میں تمام پہلوؤں سے غور کیا گیا ہے۔ ان میں کل ۶۴ رفنون کا ذکر ہے۔ اس میں فنِ مصوری کا ذکر 'آلیکھیم' یا 'آلیکھیہ وِدّیا' (علم خاکہ نگاری) کے نام سے کیا گیا ہے۔ علم خاکہ نگاری کے 'مسدس' یعنی چھے اہم پہلو ہیں۔ قدیم بھارتیوں نے ان پر انتہائی باریکی سے غور وخوض کیا تھا۔ اس میں روپ بھید (مختلف شکلیں)، تناسب (متناسب ساخت اور پیمائش)، جذبہ (چہرے سے تاثرات کا اظہار)، حسن (احساسِ حسن)، مشابہت (حقیقت سے قریب تصویر کشی) اور ورنیکا بھنگ (رنگوں کا اہتمام) شامل ہیں۔

مختلف مذہبی جماعتوں کی مقدس کتابوں، پُرانوں اور فنِ تعمیرات کی کتابوں میں مندر کی تعمیر کے ضمن میں تصویر کشی اور سنگ تراشی کا ذکر پایا جاتا ہے۔

مخطوطات میں مصغّر تصاویر : قلمی مسودوں میں چھوٹی جسامت کی تصویروں پر ایرانی طرز کا اثر تھا۔ جنوب میں مسلم حکومت کی زیر سرپرستی دکنی طرز کی مصغّر تصویریں بنائی جانے لگیں۔ مغل شہنشاہ اکبر کے دورِ حکومت میں ایرانی اور بھارتی مصوروں کے طرز کی آمیزش سے مغل طرز کی مصغّر تصویر کشی کا آغاز ہوا۔

مغل طرز

یورپی طرزِ مصوری : برطانوی دورِ حکومت میں بھارتی طرزِ مصوری پر مغربی طرزِ مصوری کا اثر دِکھائی دیتا ہے۔ پونہ کے شنیوار واڑہ میں سوائی مادھو راؤ پیشوا کے عہد میں ایک اسکاٹش مصور جیمس ویلس کی قیادت میں ایک مدرسۂ فن (اسکول آف آرٹ) قائم کیا گیا تھا۔ اس نے سوائی مادھو راؤ اور نانا فڑنویس کی تصویریں بنائی تھیں۔ ویلس کے ساتھ کام کرنے والے ایک مراٹھا مصور گنگا رام تانبٹ کا خصوصی طور پر ذکر کرنا چاہیے۔ انھوں نے ایلورا اور کارلا کے غاروں میں تصویریں بنائی تھیں۔ ان کی کئی تصویریں امریکہ کے ییل یونیورسٹی کے 'ییل سینٹر آف برٹش آرٹ' میں محفوظ ہیں۔

سوائی مادھوراؤ اور نانا فڑنویس

گنگارام تانبٹ کی اپنے استاد کے ساتھ اپنے ہاتھوں بنائی ہوئی تصویر

اشیا کی ہو بہو تصویر کشی مغربی طرزِ مصوری کی اہم خصوصیت سمجھی جاتی ہے۔ ممبئی میں ۱۸۵۷ء میں قائم کردہ جے جے اسکول آف آرٹ اینڈ انڈسٹری مغربی طرزِ مصوّری کی تربیت دینے والے آرٹ اسکول میں کئی نامی گرامی مصور ہوگزرے ہیں۔ ان میں سے پیسٹن جی بومن جی نے اجنتا کے غاروں کی تصویروں کے ماڈل بنانے کا کام کیا۔

فنِ سنگ تراشی : سنگ تراشی سہ ابعادی فن ہے مثلاً مورتی، مجسمہ، منقش برتن اور اشیا۔ پتھر کی سِلیں تراشی یا کندہ کی جاتی ہیں۔ اس کے لیے پتھر، دھات اور مٹی استعمال کی جاتی ہے۔ ایلورا کا کیلاش غار پتھر کی سالم سِل سے تراشا ہوا بے نظیر مجسمہ ہے۔ سارناتھ میں اشوک کی لاٹ کے اوپری حصے میں چار شیروں کے مجسّمے پر مبنی تصویر بھارت کا قومی نشان ہے۔

اشوک ستون

عوامی فنِ سنگ تراشی : مصوری کی طرح سنگ تراشی کا فن بھی حجری عہد سے پایا جاتا ہے۔ یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ پتھر کے اوزار بنانے کا آغاز بھی ایک طرح سے سنگ تراشی کے فن کا آغاز ہے۔ بھارت میں مذہبی مواقع پر مٹی کی مورتیاں بنا کر ان کی پوجا کرنے یا انھیں نذر کرنے کا رواج ہڑپا تہذیب کے زمانے ہی سے چلا آرہا ہے۔ یہ رواج آج بھی بنگال، بہار، گجرات، راجستھان جیسی کئی ریاستوں میں پایا جاتا ہے۔ مہاراشٹر میں بنائی جانے والی گنیش کی مورتیاں، گوری کے مکھوٹے، بیلوں کے پولا تہوار کے لیے تیار کیے جانے والے مٹی کے بیل، اجداد کی یاد میں قائم کیے جانے والے لکڑی کے مکھوٹے کا کھمبا، سنگی یادگاریں، ادی واسی گھروں میں اناج ذخیرہ کرنے کے لیے کوٹھریاں وغیرہ فنِ سنگ تراشی کی عوامی روایت کے گواہ ہیں۔

کلاسیکی فنِ سنگ تراشی : ہڑپا تہذیب کی مہریں، پتھر اور کانسے کے مجسّمے پانچ ہزار سال یا اس سے زیادہ قدیم بھارتی مجسمہ سازی کی روایت کی گواہ ہیں۔ ایسا سمجھا جاتا ہے کہ موریہ سمراٹ اشوک کے عہد میں پتھر کے ستونوں کو تراش کر صحیح معنوں میں سنگی مجسّمے تیار کرنے کا آغاز ہوا تھا۔

مدھیہ پردیش میں سانچی اور بھارہوت کا استوپ پہلی بار سمراٹ اشوک کے زمانے میں تعمیر کیا گیا۔ اس پر دیدہ زیب سنگی سلوں کی سجاوٹ بعد کے دور یعنی دوسری صدی قبل مسیح میں کیے جانے کا قیاس ہے۔ بدھ مذہب بھارت کے باہر دور تک پھیلا۔ اس وجہ سے ان ملکوں میں بھی استوپ تعمیر کرنے کی روایت کا آغاز ہوا۔ انڈونیشیا میں بوروبدور کے مقام پر تعمیر کردہ استوپ دنیا کا سب سے بڑا استوپ ہے۔ اسے آٹھویں یا نویں صدی عیسوی میں تعمیر کیا گیا تھا۔ یونیسکو نے ۱۹۹۱ء میں بورو بُدور کو عالمی ورثے کا درجہ دیا۔

بھارہوت استوپ - سنگ تراشی

بوروبدوراستوپ

بھارتی علمِ مجسمہ سازی : افغانستان اور آس پاس کے علاقوں میں دوسری صدی قبل مسیح میں فنِ سنگ تراشی کا گندھار (قندھار) طرز وجود میں آیا جس پر ایرانی اور یونانی اثرات تھے۔

پہلی سے تیسری صدی عیسوی یعنی کشان کے عہد میں مقامی طرزِ فن اور قندھار طرز کے امتزاج سے سنگ تراشی کا متھرا طرز وجود میں آیا۔اس طرز نے بھارتی علمِ مجسمہ سازی کی بنیاد ڈالی۔

دیوی دیوتاؤں کی تصویریں استعمال کرنے کا خیال پہلی بار کشان سکوں پر دِکھائی دیتا ہے۔ گپت دورِ حکومت میں بھارتی علمِ مجسمہ سازی کے اُصول بنائے گئے اور فنِ مجسمہ سازی کے معیار کا تعین کیا گیا۔ نویں سے تیرھویں صدی عیسوی کے دوران چول راجاؤں کی سرپرستی میں جنوبی بھارت میں کانسے کی مورتیاں بنانے کا فن وجود میں آیا اور شیو پاروتی، نٹراج، لکشمی، وِشنو جیسے دیوی دیوتاؤں کی مورتیاں بنائی جانے لگیں۔

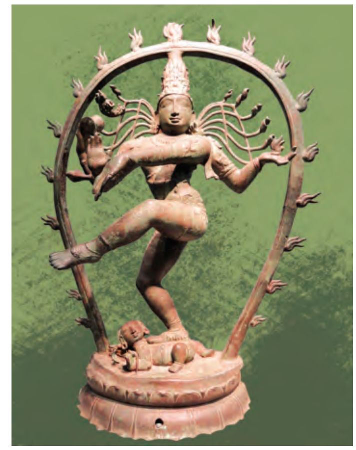
نٹراج

فنِ تعمیرات اور مجسمہ سازی : بھارت میں کئی تراشیدہ غار پائے جاتے ہیں۔ بھارت میں تراشیدہ غاروں کی روایت دوسری-پہلی صدی قبل مسیح میں شروع ہوئی۔تکنیکی لحاظ سے مکمل غار تعمیرات اور تراشیدہ مجسّموں کا مجموعی نمونہ ہوتا ہے۔باب الداخلہ، اندرونی ستون اور مورتی سنگ تراشی کے عمدہ نمونے ہوتے ہیں۔ دیواروں اور چھت میں کی گئی عمدہ تصویر کشی کے کام بعض غاروں میں آج بھی کسی نہ کسی حد تک باقی ہیں۔مہاراشٹر میں اجنتا اور ایلورا کے غاروں کو۱۹۸۳ء میں عالمی ورثے کا درجہ دیا گیا ہے۔

اجنتا کا غار نمبر۱۹: باب الداخلہ

بھارت میں مندروں کی تعمیر کا آغاز چوتھی صدی عیسوی میں گپت عہدِ حکومت میں ہوا۔گپت دور کی ابتدا میں مورتی رکھنے کی جگہ (گابھارا) اور اس کے باہر چار ستون پر مشتمل برآمدہ بس یہی مندر کی شکل تھی۔

ایلورا کے کیلاش مندر کی شاندار بناوٹ سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ آٹھویں صدی عیسوی تک بھارت میں مندر کی تعمیر کا فن پوری طرح ترقی پا چکا تھا۔عہدِ وسطیٰ تک بھارتی مندروں کے فنِ تعمیر کے کئی طرز وجود میں آ چکے تھے۔ طرز کا تعین کلس کی مخصوص ساخت کے مطابق کیا جاتا ہے۔ ان میں شمالی بھارت میں 'ناگر' اور جنوبی بھارت میں 'دراوِڑ' یہ دو طرز اہم سمجھے جاتے ہیں۔ان دونوں کے امتزاج سے وجود میں آنے والے مخلوط طرز کو 'وَیسر' کہا جاتا ہے۔ مدھیہ پردیش اور مہاراشٹر میں پائے جانے والے 'بھومج' طرز کے مندر اور 'ناگر' طرز کے مندر کی ساخت میں یکسانیت پائی جاتی ہے۔ بھومج طرز میں مندر کی بنیاد سے بتدریج چھوٹے ہوتے جانے والے کلس کی شکل اوپری سرے تک بنی ہوتی ہے۔اس وجہ سے کلس کی بناوٹ بنیاد سے اوپری سرے تک یکساں دِکھائی دیتی ہے۔

ناگر طرز کا کلس

دراوِڑ طرز کے گوپُر

ذرا یہ جان لیجیے۔

ہیماڑپنتی مندر کی تعمیر مربع نما اور تارہ نما دو قسم کی پائی جاتی ہے۔ تارہ نما مندر کی تعمیر میں مندر کی بیرونی دیوار کو کئی گوشوں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ اس وجہ سے ان دیواروں اور ان پر بنے ہوئے مجسّموں پر پڑنے والی روشنی اور سایے کا بڑا خوب صورت اثر دِکھائی دیتا ہے۔ ہیماڑپنتی مندروں کی اہم خصوصیت دیوار کے پتھروں کو جوڑنے کے لیے چونے کا استعمال نہ کرنا ہے۔ پتھروں ہی میں گہرے شگاف اور شگاف کے برابر لمبوترے سرے بنا کر پتھروں کو ایک دوسرے میں مضبوطی سے بٹھا دیا جاتا تھا اور ان کی مدد سے دیوار بنائی جاتی تھی۔ ممبئ کے قریب امبرناتھ میں امبریشور، ناشک کے قریب سِنّر میں گوندیشور اور ضلع ہنگولی میں اونڈھا ناگناتھ ہیماڑپنتی مندروں کی عمدہ مثالیں ہیں۔ ان کی تعمیر تارے کی شکل میں ہوئی ہے۔ ان کے علاوہ مہاراشٹر کے کئی مقامات پر ہیماڑپنتی مندر نظر آتے ہیں۔

گوندیشور مندر - سِنّر

عہدِ وسطیٰ کے بھارت میں مسلم دورِ حکومت میں ایرانی، وسطیٰ ایشیائی، عربی اور ماقبل اسلام بھارتی طرزِ تعمیر کا امتزاج عمل میں آیا۔ اس کے اثر سے بھارت میں مسلم طرزِ تعمیر وجود میں آیا۔ کئی قابلِ دید عمارتیں تعمیر کی گئیں۔ دہلی کے قریب مہرولی کے مقام پر قطب مینار، آگرہ میں تاج محل اور بیجاپور میں گول گنبد مسلم طرزِ تعمیر کی شہرہ آفاق مثالیں ہیں۔ قطب الدین ایبک (بارھویں صدی عیسوی) کے زمانے میں قطب مینار کی تعمیر شروع ہوئی اور سلطان التمش (تیرھویں صدی عیسوی) کے دور میں تعمیری کام مکمل ہوا۔ قطب مینار دنیا کا سب سے اونچا مینار ہے۔ اس کی اونچائی ۷۳ میٹر (۲۴۰ فٹ) ہے۔ قطب مینار عمارتوں کے جس مجموعے (کمپلیکس) کا حصہ ہے اسے یونیسکو نے عالمی ورثے کا درجہ دیا ہے۔

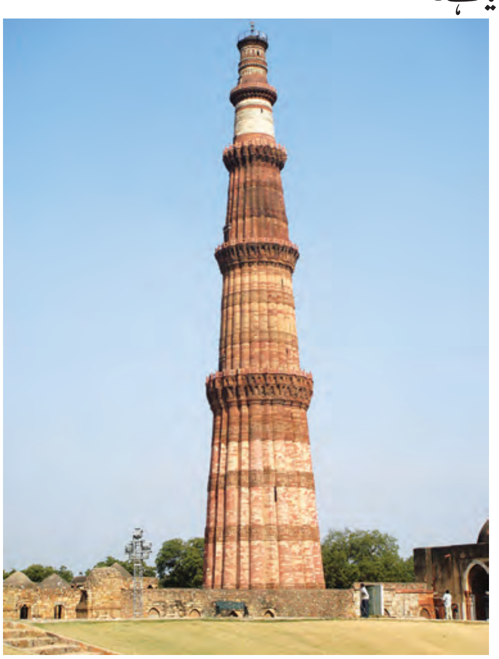

قطب مینار

مغل شہنشاہ شاہجہاں نے اپنی بیگم ممتاز محل کی یاد میں تاج محل تعمیر کیا ہے۔ تاج محل کو بھارت میں مسلم فنِ تعمیر کی خوبصورتی کی اہم مثال سمجھا جاتا ہے۔ دنیا بھر میں مشہور اس عمارت کو یونیسکو نے عالمی ورثے کا درجہ دیا ہے۔

سترھویں صدی عیسوی میں تعمیر کیا گیا بیجاپور کا گول گنبد

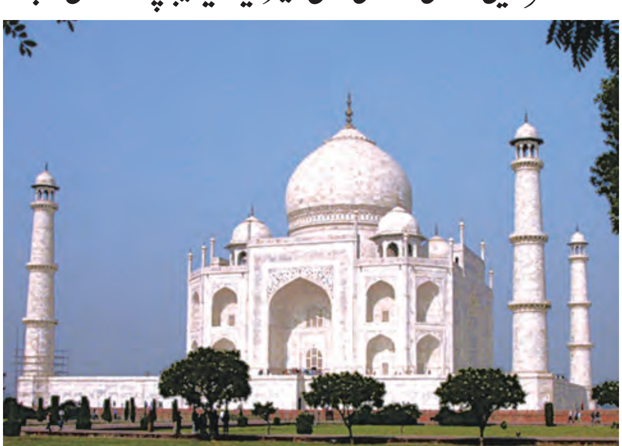

تاج محل

انتہائی شاندار عمارت ہے جس میں محمد عادل شاہ کی قبر ہے۔ اس گنبد کی اندرونی جانب گول سائبان ہے جس کی وجہ سے اس عمارت کو گول گنبد کہا جاتا ہے۔ اس سائبان میں کھڑے ہوکر آہستہ سے کچھ کہیں تو بھی وہ آواز سب طرف سنائی دیتی ہے۔ زور سے تالی بجائیں تو اس کی صدائے بازگشت کئی بار گونجتی ہے۔

گول گنبد

بھارت میں برطانوی حکومت قائم ہونے کے بعد ایک نیا طرزِ تعمیر وجود میں آیا۔ اسے اِنڈو-گوتھک طرزِ تعمیر کہا جاتا ہے۔ برطانوی دور میں تعمیر کیے گئے چرچ، سرکاری دفاتر، اعلیٰ افسروں کے رہائشی مکانات، ریلوے اسٹیشن جیسی عمارتوں میں یہ طرزِ تعمیر دِکھائی دیتا ہے۔ ممبئی کے چھترپتی شیواجی مہاراج ٹرمینس کی عمارت اس طرز کا عمدہ نمونہ ہے جسے یونیسکو نے عالمی ورثے کے مقامات کی فہرست میں شامل کیا ہے۔

چھترپتی شیواجی مہاراج ریلوے ٹرمینس

۴.۳ بھارت میں فنونِ لطیفہ کی روایت

عوامی فنون کی روایت : بھارت کے ہر علاقے میں عوامی گیت، عوامی ساز، عوامی رقص اور عوامی ناٹک کی متنوّع روایت پائی جاتی ہے۔ مہاراشٹر میں بھی عوامی فنون کی کئی روایتیں موجود ہیں۔ یہ عوامی فن مذہبی تہواروں اور سماجی زندگی کے اٹوٹ حصے کی حیثیت سے وجود میں آئے ہیں۔ کولی ناچ، تارپا ناچ، کوکن میں دشاوتار، پوواڑا، کیرتن، جاگر- گوندھل چند امتیازی مثالیں ہیں۔

کلاسیکی فنون کی روایت : بھارت عوامی فنون کی طرح کلاسیکی فنون کے عمدہ نمونوں سے بھی مالا مال ہے۔ بھرت منی کی تحریر کردہ 'ناٹیہ شاستر' سب سے قدیم کتاب سمجھی جاتی ہے جس میں گانے، بجانے، رقص، ناٹک جیسے فنون کے بارے میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ بھارتی فنونِ لطیفہ میں شرنگار (آرائش)، ہاسیہ (مسرت)، بِبھَتس (غیر مہذب)، رَودر (غضبناک)، کرُونا (المناک)، ویر (بہادری)، بھیانک (ڈراؤنا)، ادبھت (حیرت انگیز) اور شانت (پرسکون) جیسے نو رسوں کی پیش کش کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔

بھارتی باشندے بیرونی ملکوں کے لوگوں سے مسلسل رابطے میں رہے اور اس طرح ان فنون کی پیش کش میں کئی طرز شامل ہوتے رہے۔ اس وجہ سے وہ زیادہ سے زیادہ مالا مال ہوتے گئے۔ کلاسیکی گائیکی، ساز، رقص کے مختلف طرز اور ان طرزوں کو محفوظ کرنے کے لیے گھرانے وجود میں آئے۔

بھارت میں کلاسیکی گائیکی کی دو اہم شاخیں 'ہندوستانی سنگیت' اور 'کرناٹک سنگیت' ہیں۔ اسی طرح کلاسیکی اور نیم کلاسیکی کا فرق بھی ہے۔ نیم کلاسیکی گائیکی میں عوامی گیت کے کئی طرز شامل ہوگئے ہیں۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

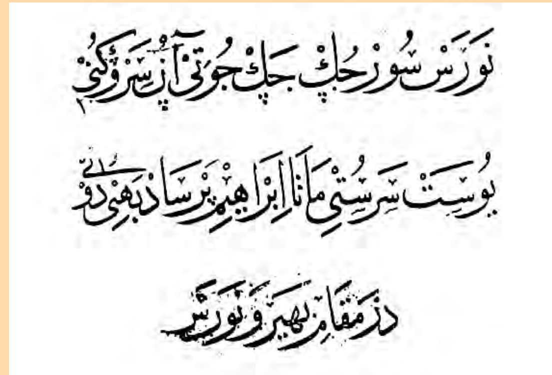
نورس سور جگ جوتی آپ سرسوتی
بوست سرستی ماتا ابراہیم پرساد بھئی دونی
دن مقام بھیرو نورس

بیجاپور کے سلطان ابراہیم عادل شاہ دوم نے دکنی زبان میں موسیقی سے متعلق ایک کتاب 'کتابِ نورس' لکھی ہے۔ اس کتاب کا تعلق موسیقی کے علم سے ہے جس میں گانے کے لیے موزوں گیت ہیں، دُھرپد گائیکی کے مطابق گائے جانے والے گیت شامل ہیں جو اعلیٰ درجے کی نظموں کے قدردانوں کو لطف اندوز کرنے والے ہیں۔

ڈاکٹر سیّد یحییٰ نشیط نے اس کتاب کا مراٹھی میں ترجمہ کیا ہے جسے ڈاکٹر ارون پربھونے نے مرتب کیا ہے۔ اس کتاب کے سرورق پر دیے ہوئے دوہے کا ترجمہ حسبِ ذیل ہے:

''اے سرسوتی ماں! تو دنیا کے لیے روشنی اور ہمہ صفت ہے۔ ابراہیم پر تیرا کرم ہوجائے تو (تیرے آشیرواد سے) نورس کے گیت زمانہ در زمانہ زندہ رہیں گے۔''

شمالی بھارت کا کتّھک، مہاراشٹر کی لاوَنی، اوڈیشا کی اوڈیسی، تمل ناڈو کے بھرت ناٹیم، آندھرا کی کُچی پُڑی، کیرالا کی کتھا کلی اور موہنی اٹم رقص کی ان قسموں کو پیش کرنے میں کلاسیکی گائیکی، ساز بجانے اور رقص کا حسین امتزاج دیکھنے کو ملتا ہے۔

آزاد بھارت میں کلاسیکی موسیقی اور رقص کو عام قدردانوں تک پہنچانے کے لیے مختلف مقامات پر موسیقی - رقص کی تقریبات کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ ان سے محظوظ ہونے کے لیے نہ

لاوَنی رقص - مہاراشٹر

کتھاکلی - کیرالا

صرف بھارت کے مختلف حصوں سے بلکہ غیر ملکوں سے بھی قدردان آتے ہیں۔ پونہ میں ہر سال سوائی گندھرو کے نام سے ہونے والا جشنِ موسیقی بہت مشہور ہے۔

موجودہ زمانے میں بھارتی سنگیت کے شعبے میں مخصوص طرز یا مخصوص گھرانے کی حدیں پار کرکے نئے تجربات کرنے کا رجحان پروان چڑھ رہا ہے۔ اس میں مغربی موسیقی اور مغربی رقص کو بھارتی سنگیت سے جوڑنے کی کوشش بھی کارفرما ہے۔ اس طرح نیا طرز ایجاد کرنے والے فنکاروں میں اُدے شنکر کا نام خاص طور پر قابلِ ذکر ہے۔ انھوں نے بھارتی کلاسیکی رقص اور یورپی تھیٹر میں پیش کیے جانے والے اوپیرا (غنائی ڈراما) کی

روایت کو ملا دیا۔ اسی کے ساتھ انھوں نے اپنے انداز میں عوامی رقص کے مختلف طرز کو اہم مقام دیا۔ اس طرح بھارتی فنونِ لطیفہ کو پیش کرنے کا دائرہ بڑھتا ہوا دِکھائی دے رہا ہے۔ یہی عمل بھارتی بصری فنون کے سلسلے میں بھی مسلسل جاری ہے۔

۴٫۴ فنون، اطلاقی فنون اور روزگار کے مواقع

فنون : فنون کی تاریخ علوم کی ایک شاخ ہے۔ اس شعبے میں تحقیق اور روزگار کے مواقع میسر آ سکتے ہیں۔

(۱) فن کی تاریخ کا مطالعہ کرنے والے صحافت کے شعبے میں کام کر سکتے ہیں۔

(۲) فنکارانہ اشیا کی خرید و فروخت کی ایک الگ دنیا ہے جہاں فنکارانہ اشیا کی قدر و قیمت کا تعین کرنے کے لیے اس بات کی جانچ کرنے کی ضرورت ہوتی ہے کہ وہ شے نقلی تو نہیں ہے۔ اس کے لیے ایسے ماہرین کی ضرورت ہوتی ہے جنھوں نے فن کی تاریخ کا گہرا مطالعہ کیا ہو۔

(۳) تہذیبی ورثوں کی دیکھ بھال اور نگہداشت اور تہذیبی سیاحت کے نئے شعبے وجود میں آئے ہیں۔ ان شعبوں میں بھی فن کا مطالعہ کرنے والوں کے لیے مختلف پیشہ ورانہ مواقع میسر ہیں۔ ان میں میوزیم اور ریکارڈ روم، لائبریری اور مواصلاتی اطلاعاتی ٹکنالوجی آثارِ قدیمہ کی تحقیق اور بھارتی علوم چند اہم شعبے ہیں۔

اطلاقی / عملی فن : بصری اور فنونِ لطیفہ کے شعبے میں فن کی تخلیق محض قدردانوں کے لطف اندوز ہونے کے لیے کی جاتی ہے۔ فن کے تمام شعبوں میں فنکاروں کا یہی اوّلین مقصد ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ فنکارانہ تخلیق اور افادیت کو ہم آہنگ کر کے کئی اقسام کی تخلیقات پیش کی جاتی ہیں۔ اس طرح افادیت کے مقصد کے پیش نظر فن تخلیق کرنا عملی یا اطلاقی فن ہے۔

۱۔ صنعتی اور اشتہارات کے شعبے نیز گھروں کی سجاوٹ اور آرائشی اشیا، اسٹیج کے لیے کاسٹیوم (پوشاک)، فلم اور ٹی وی پر پروگرام پیش کرنے کے لیے آرٹ ڈائرکٹر، اشاعت اور طباعت کے شعبے میں کتابیں، رسائل، اخبارات کو ترتیب دینا، آرائش اور خوش خطی، تہنیتی کارڈ، دعوت نامے، ذاتی اشیائے تحریر، تحائف وغیرہ مختلف اشیا کے لیے اطلاقی فنون کے شعبے کی معلومات رکھنے والوں کی ضرورت ہوتی ہے۔

۲۔ فنِ تعمیر (آرکی ٹیکچر) اور فوٹوگرافی کے شعبے بھی عملی فن کے زمرے میں آتے ہیں۔ موجودہ زمانے میں کمپیوٹر پر تیار کی گئی جامد اور متحرک تصویریں، نقش اور خاکے استعمال کیے جاتے ہیں۔ ان کا شمار بھی عملی فن میں ہوتا ہے۔ زیورات، قیمتی دھاتوں کی فنکارانہ اشیا، رنگین نقش و نگار والے مٹی کے برتن، بانس اور بید کی اشیا، شیشے کی فنکارانہ اشیا، خوب صورت کپڑے اور لباس وغیرہ بھی عملی فنون کی وسیع فہرست میں شامل ہیں۔

مذکورہ بالا ہر شعبے میں ذہنی سطح پر کوئی تصور پیش کر کے اسے عملی جامہ پہنانے تک کئی مرحلوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ ہر مرحلے پر تربیت یافتہ اور ہنرمند افراد کی بڑے پیمانے پر ضرورت ہوتی ہے۔ فنکارانہ اشیا تیار کرنے کے عمل سے بعض مخصوص تہذیبی روایتیں مربوط ہوتی ہیں۔ اس شعبے میں طریقِ عمل کے ہر مرحلے کے ارتقا کی تاریخ ہوتی ہے۔ تربیتی کورس میں فنکارانہ اشیا کے پیداواری عمل کی صنعتی، تہذیبی روایتوں کی تاریخ بھی شامل ہوتی ہے۔

مذکورہ بالا شعبوں میں تکنیکی اور پیشہ ورانہ تعلیم دینے والے کئی ادارے بھارت میں ہیں۔ گجرات میں نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف ڈیزائن، احمد آباد اس قسم کی تربیت دینے والا دنیا کے مشہور اداروں میں سے ایک تسلیم کیا جاتا ہے۔ اس ادارے نے ۲۰۱۵ء میں ایک آن لائن نصاب شروع کیا ہے۔

اگلے سبق میں ہم ذرائع ابلاغ اور تاریخ کے بارے میں معلومات حاصل کریں گے۔

مشق

(۱) (الف) ذیل میں سے مناسب متبادل چن کر بیان کو مکمل کیجیے۔

۱۔ فنِ مصوری اور فنِ سنگ تراشی کا شمار .... میں ہوتا ہے۔
(الف) بصری فنون
(ب) فنونِ لطیفہ
(ج) عوامی فنون
(د) فنِ لطیف

۲۔ سنگ تراشی کا متھرا طرز .... عہد میں وجود میں آیا۔
(الف) کشان
(ب) گپت
(ج) راشٹرکوٹ
(د) موریہ

(ب) ذیل میں سے غلط جوڑی پہچان کر لکھیے۔

۱۔ قطب مینار - مہرولی
۲۔ گول گنبد - بیجاپور
۳۔ چھترپتی شیواجی مہاراج ریلوے ٹرمینس - دلّی
۴۔ تاج محل - آگرہ

(۲) نوٹ لکھیے۔

۱۔ فن
۲۔ ہیماڑپنتی طرز
۳۔ مراٹھا طرزِ مصوّری

(۳) دیے ہوئے بیانات کی وجوہات کے ساتھ وضاحت کیجیے۔

۱۔ فن کی تاریخ کا گہرا علم رکھنے والے ماہرین کی ضرورت ہوتی ہے۔
۲۔ چتر کتھا جیسی مٹتی ہوئی روایتوں کو دوبارہ زندہ کرنا ضروری ہے۔

(۴) درج ذیل جدول مکمل کیجیے۔

مندر کے فنِ تعمیر کا طرز	ناگر	دراوڑ	ہیماڑپنتی
خصوصیات			
مثالیں			

(۵) درج ذیل سوالوں کے مفصل جواب لکھیے۔

۱۔ عوامی فنِ مصوری کے طرز کے بارے میں تفصیل سے معلومات لکھیے۔
۲۔ بھارت میں فنِ تعمیر کے مسلم طرز کی خصوصیات مثالوں کے ساتھ واضح کیجیے۔
۳۔ واضح کیجیے کہ فن کے شعبے میں کون سے پیشہ ورانہ مواقع میسر ہیں۔
۴۔ صفحہ ۲۳ پر دی ہوئی تصویر کا مشاہدہ کرکے درج ذیل نکات کی مدد سے وارلی طرزِ مصوری کی معلومات لکھیے۔
(الف) قدرتی مناظر کی تصویر کشی
(ب) انسانی شکلوں کا خاکہ
(ج) پیشے
(د) گھر

سرگرمی

۱۔ بھارت میں یونیسکو کے اعلان کردہ عالمی ورثے کے مقامات کے بارے میں مزید معلومات حاصل کیجیے۔
۲۔ اپنے اطراف کے مجسمہ سازوں کے کاموں کا مشاہدہ کیجیے اور ان کا انٹرویو لیجیے۔

3LKLFD